قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 14/ جنوری 2023ء | 21/ جمادی الثانی 1444 ہجری قمری | 14 صلح 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:12

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اُس وقت سے لے کر آج تک مخالفین احمدیت یا نام نہاد علماء آپ پر بہت سے اعتراضات کرتے چلے آ رہے ہیں اور الزامات لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ بہرحال یہ تو ان کی عادت ہے کرتے رہیں گے اور اس وجہ سے عامۃ المسلمین کو گمراہ کر رہے ہیں یا گمراہ کرنے کی کوشش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور سب سے بڑا الزام جو یہ لوگ مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے اور انہیں انگیخت کرنے کے لئے لگاتے ہیں یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان علماء کی اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے جھوٹ اور ظلم کی یہ انتہا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے ہیں جن سے آپ کی ہتک ہوتی ہے۔ اور یہی الزام یہ لوگ آج جہاں جہاں ان کو موقع ملتا ہے جہاں ان کی طاقت ہے افرادِ جماعت احمدیہ پر بھی لگاتے ہیں کہ احمدی نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا سمجھتے ہیں۔ جن سعید فطرت لوگوں نے جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھیں، جماعت کا لٹریچر پڑھا یا آپ کے ارشادات سنے انہیں فوری طور پر یہ بات سمجھ آ گئی کہ ان نام نہاد اور فتنہ گر علماء نے صرف فتنہ پیدا کرنے کے لئے یہ الزامات لگائے ہیں، یہ باتیں کی ہیں۔ اِس وقت مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض حوالے پیش کروں گا جو آپ کی مختلف کتب میں موجود ہیں۔ اس وقت نہ ہی اس حوالے سے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو کیا سمجھا آپ کے سب اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں، نہ ہی آپ کی تمام کتب کے حوالے بیان کئے جا سکتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 18/ دسمبر 2015ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دعا ماں باپ کی لے لو (منظوم)
- موبائل فون ایک سہولت یا وبالِ جان
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- اپنے جائزے لیں
- مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمتِ خلق است

فرمانِ رسولؐ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کا مزا پا لیتا ہے۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تمام دوسری چیزوں سے بڑھ کر اس کو پیارے ہوں اور یہ کہ جس انسان سے بھی محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور یہ کہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی برا سمجھے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

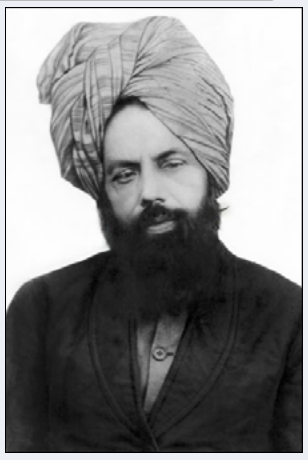

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:59) اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے۔ یعنی اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم مضمون حقیقت اسلام میں بیان کر چکے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ (الانعام: 163-164) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (الانعام:154) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۲﴾ (آل عمران:32) فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ (آل عمران:21) وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (المومن:67)

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160-162)

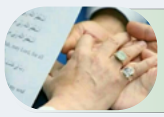

دربارِ خلافت

بیلجیم لجنہ عاملہ کی ممبرات کو بعض نصائح

مؤرخہ 6/ نومبر 2022ء کو بیلجیم کی مجلس عاملہ لجنہ اماءاللہ سے ورچوئل ملاقات ہوئی جس میں سیکرٹری **نومبائعات نے ذکر کیا کہ وہ لجنات جنہوں نے حال ہی میں احمدیت کو قبول کیا ہے اور وہ غیر پاکستانی ہیں وہ ان میٹنگز میں شامل نہیں ہوتیں جن کا اکثر حصہ اردو زبان میں ہوتا ہے۔انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ سے پوچھا کہ ان کو کس طرح ترغیب دلائی جاسکتی ہے کہ وہ ان پروگرامز میں شامل ہوا کریں۔**

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: ’’ایک جنرل میٹنگ بھی ہونی چاہیے جیسا کہ میں نے لجنہ کو بتایا ہے کہ ان کو ایسا پروگرام بنانا چاہیے جس میں آدھا پروگرام اردو زبان میں ہو اور بقیہ حصہ مقامی زبان میں ہو یا اگر لجنہ کی ممبرات میں سے آدھی سے زیادہ مقامی خواتین ہوں تو 70 فیصد مقامی زبان میں ہو اور 30 فیصد اردو میں ہو۔اس کے علاوہ آپ کو نومبائعات کے ساتھ علیحدہ میٹنگ بھی رکھنی چاہیے تا کہ آپ ان کی تربیت کرسکیں۔‘‘

سیکرٹری نومبائعات: حضور! جب بچی 12 سال کی ہوتی ہے تو عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ جماعتی کاموں میں ان کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: ’’اس لیے کم ہو جاتی ہے کہ ماؤں کی دلچسپی کم ہے۔جیسا کہ ابھی بھی میں یہ کہہ چکا ہوں کہ مائیں اپنی بچیوں کو دوست بنائیں اور ان سے باتیں کیا کریں اسی طرح آپ لوگ بھی ایسے پروگرام بنائیں جو ان کی دلچسپی کے ہوں۔قرآن وحدیث تو بے شک پڑھائیں لیکن ان سے پوچھیں کہ تم لوگ اجلاسات میں آتے ہو، تم لوگ بتاؤ کہ تمہاری دلچسپی کے کون کون سے پروگرام ہیں جو ہم کریں تو تم لوگ دلچسپی لو گے اور آیا کرو گے۔اسی میں دینی پروگرام شامل کر کے یا بدل کر بنایا جاسکتا ہے۔ایک تو ماؤں کو بھی تیز کریں جیسا کہ میں نے سیکرٹری تربیت کو کہا تھا۔ اگر مائیں اپنا صحیح رول ادا کر رہی ہیں تو لڑکیاں پھر active رہیں گی۔ مائیں پوچھتی کوئی نہیں۔ ان کو اپنے گھروں سے ہی فراغت نہیں ملتی۔بچیوں کو کوئی پوچھتا نہیں ہے سکول جاتی ہیں اور واپس آجاتی ہیں۔وہ دنیا کے ماحول میں پل رہی ہیں دنیا کے ماحول میں پلنے سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ آپ لوگوں کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ لجنہ کو بھی اور ماؤں کو بھی۔‘‘

سوال: حضور! میرا ایک سوال ہے کہ لجنات تحریک وقف عارضی میں کس طرح شامل ہوسکتی ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: ’’جس طرح اپنے کاموں کے لیے باہر پھر سکتی ہیں۔اسی طرح وقف عارضی کر لیا کریں۔اگر شہر سے باہر نہیں جانا تو اپنے شہر میں ہی لٹریچر تقسیم کرتی رہیں۔ اپنے بیٹوں کو یا اپنی بیٹیوں کو، کسی کو ساتھ لے گئے۔ پمفلٹ تقسیم کیا، بروشر تقسیم کیا، اسلام کے بارے میں بتایا کہ میں پردے میں ہوں لیکن پردے کا مطلب کیا ہے؟ میں آزاد ہوں۔ حالات کے مطابق کسی ایسی جگہ نہ چلی جائیں جہاں مار پڑنے لگ جائے۔اسی طرح اپنے ذاتی رابطے رکھیں، اپنے تعلقات کو وسیع کریں، اپنے تعلقات کو بڑھائیں اور ان کو تبلیغ کریں۔اسی طرح وقف عارضی میں قرآن شریف پڑھانے اور تربیت کی باتیں بتانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرسکتی ہیں۔اپنے حلقہ میں بتائیں کہ میں دو ہفتے دے رہی ہوں۔ میں قرآن شریف بھی پڑھا سکتی ہوں اور باقی تربیتی کام بھی کرسکتی ہوں۔ پھر صدر لجنہ اور جو بھی وقف عارضی کی انچارج ہیں وہ آپ کو بتا دے گی کہ کہاں جا کر کیا پڑھانا ہے۔ اب تو آن لائن بھی پڑھایا جا سکتا ہے۔تو بہت سارے ذریعے ہیں کام کرنے کے۔تبلیغ کا بھی کام کیا جا سکتا ہے۔تربیت کا بھی کام کیا جا سکتا ہے وقف عارضی میں۔مرد جس طرح کرتے ہیں ویسے ہی عورتیں کریں۔فرق کیا ہے مردوں اور عورتوں میں؟ مردوں سے پوچھیں وہ کس طرح کرتے ہیں۔جس طرح مرد کرتے ہیں ویسے ہی عورتیں کر لیا کریں۔ایک طرف تو کہتی ہیں کہ women right women right ہم عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ اگر عورتیں مردوں کے برابر ہیں تو پھر مردوں کے برابر کام بھی کریں۔ پھر ڈرتی کیوں ہیں۔‘‘

(الفضل آن لائن 8/ دسمبر 2022ء)

دعا ماں باپ کی لے لو

خدا کے ہیں، خدا کے پاس ہم کو لوٹ جانا ہے
یہ دنیا عارضی ہے، مستقل عقبیٰ ٹھکانا ہے

ہمیں لازم ہے ہر اک حال میں حمد و ثنا کرنا
کبھی دے کر، کبھی لے کر خدا نے آزمانا ہے

یہ ربّ العالمین کا سایۂ رحمت ہے دنیا میں
دعا ماں باپ کی لے لو خدا کے پاس جانا ہے

خدا کی دی صلاحیت خدا کی رہ میں دے دینا
یہی وہ زادِ رہ ہے جو دو ہاتھوں سے کمانا ہے

یہ جینا کیا ہے گیلی لکڑیوں سے آگ کی کوشش
الم کا، یاس کا، حسرت کا غم دیدہ فسانہ ہے

امۃ الباری ناصر۔امریکہ

دعا کا تحفہ

سوتے وقت کی دُعا نمبر 1

حضرت حذیفہؓ بن الیمان بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے یا بستر پر جاتے تو یہ دُعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا

(بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مَیں مرتا ہوں اور تیرے نام سے ہی زندہ ہوتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 118)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

اداریہ

موبائل فون ایک سہولت یا وبال جان

قسط دوم

اخلاقی قدروں کی گراوٹ

ہر چیز کے دو پہلو مثبت اور منفی ہوتے ہیں یقیناً موبائل فون بھی اس قانون کی زد میں ہے اور لاتعداد فوائد کے باوجود یہ اپنے اندر اس قدر بھیانک نقصانات لئے ہوئے ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس کے نقصانات کا ایک اہم پہلو اخلاقی قدروں کا بڑی تیزی سے گرنا بھی ہے۔اس کے ذریعہ ایک طرف دنیا ''گلوبل ولیج'' بن گئی ہے اور دُور بیٹھے، رشتہ داروں کی دُوریوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔مگر دوسری طرف انسان آدم بیزار سا ہو کر رہ گیا ہے۔گھر میں بیٹھا انسان بالخصوص نوجوان اپنے موبائل سیٹ سے کھیلتا رہے گا۔SMS یا WhatsApp میسج بھیجنے میں مصروف نظر آئے گا اور گھر میں بسنے والے دیگر افراد سے بات کرنا گوارا نہ کرے گا۔ اگر ماں کوئی کام کہہ دے تو بوجھل دل کے ساتھ کرنے کے لئے قدم آگے بڑھائے گا اور یوں معاشرہ عدم اطاعت، عدم تعاون اور عدم مودت کا شکار بھی ہو رہا ہے۔

بچوں کو موبائل نہ دیں

ہمارے معاشرے میں یہ رواج راہ پا گیا ہے کہ والدین محض اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنے اسٹیٹس کا اظہار کرنے کے لئے اپنے teen age بچوں کو موبائل سیٹ خرید دیتے ہیں اور بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ امیر لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو کھلونوں کی جگہ موبائل فون خرید کر دیتے ہیں۔ذرا تصور کریں کہ وہ اپنے بچوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔جو فوائد کی جگہ نقصان پر منتج ہوتا ہے۔بچوں کے مطالبے تو نا سمجھی کے باعث ہوتے ہیں والدین ان کو اس کا عادی نہ بنائیں کہ وہ ضد اور خود مختاری کو انتہا تک پہنچا دیں اور جب جوان ہوں تو والدین ان کے سامنے اُف تک نہ کر سکیں۔اگر ہر کام، ہر قول، ہر فعل وقت کی مناسبت سے ہو اور حدود میں رہ کر کیا جائے تو یقیناً والدین اور اولاد دونوں کی سکون، باہمی محبت واحترام اور شفقت کے سایہ تلے پر امن اور پر وقار زندگیاں گزرتی ہیں لہٰذا والدین کو چاہئے کہ بچوں کو چھوٹی عمر میں موبائل سیٹ خرید کر دینے سے پرہیز کریں۔بچہ اس عمر میں کچا ذہن رکھتا ہے اور کمپنیوں کے نت نئے سستے پیکجز دیکھ کر فوراً انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ایک طرف رقم کی بچت تو ہو رہی ہوتی ہے لیکن وہی پیکجز روحانی اور اخلاقی تباہی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔موبائل فون اتنے مختصر سے سائز میں آ گیا ہے کہ چھوٹی عمر کے بچے ایک الگ کمرہ میں بیٹھ کر اس کے ذریعہ میسجز (Messages) بھی بھیج سکتے ہیں۔فوٹو بھی بآسانی کھنچوائی جاسکتی ہے ایسی محفلوں میں جہاں فوٹو گرافی کرنی ممنوع ہو اس کے ذریعہ بآسانی فوٹو گرافی کی جاسکتی ہے۔

یورپین ممالک میں ٹی وی پر جب اشتہار آتے ہیں اور نئے پیکجز متعارف کروائے جاتے ہیں تو ساتھ ہی ایسے پروگرام بھی دکھلائے جاتے ہیں جن میں ان کے نقصانات کا ذکر ہوتا ہے لیکن ہمارے تھرڈ ورلڈ ممالک میں اخلاق پر حملہ کرنے والے پیکجز تو متعارف کروا دیئے جاتے ہیں اور ان کے دلربا نتائج سے بھی آگاہ کر دیا جاتا ہے۔مگر ان کے نقصانات بالخصوص جن کا تعلق انسان کے اخلاق اور تقویٰ اور روحانیت سے ہو آگاہ نہیں کیا جاتا۔ایک دفعہ مجھے اپنے لاہور دورہ کے دوران کسی کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو جہاں مجھے بٹھایا گیا تھا شیلف میں نصف درجن سے زائد موبائل فون کے سیٹ پڑے نظر آئے۔خاکسار کے استفسار کرنے پر انہوں نے مجھے بتلایا کہ بچوں کو گھر سے باہر موبائل ساتھ لے جانے کی اجازت ہے اور گھر واپسی پر اپنے تمام موبائل اس شیلف میں رکھنے کی ہدایت ان کو کی جاتی ہے۔اگر کالج کے بعد اپنے دوستوں سے رابطہ وغیرہ کرنا ہے تو Land Line Number سے جہاں چاہیں خواہ غیر ممالک میں کرنا ہو تو انہیں اجازت ہے۔البتہ باہر جاتے ہوئے نگرانی اور رابطہ کی غرض سے ان کو موبائل ساتھ دیا جاتا ہے۔

چھوٹی عمر میں فون کا استعمال جسمانی صحت کے لئے بھی زیادہ نقصان دہ ہے چونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے اور توانائی کی تیز شعاعیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے والے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ان امور کو مدنظر رکھ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''آج کل یورپ میں موبائل فون پر SMS کا بڑا رواج ہے۔خصوصاً تیرہ چودہ سال کی عمر کے ہر بچے نے فون ہاتھ میں رکھا ہوتا ہے اور ٹیکسٹ کر رہے ہوتے ہیں۔آہستہ آہستہ پھر یہ دوستیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں،اس سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔آہستہ آہستہ یہ چیزیں انسان کو لغویات کی طرف لے جاتی ہیں۔''

(مشعل راہ جلد 5 حصہ چہارم صفحہ 48)

موت کا پروانہ

موبائل فون دہشت گردی، لوٹ مار کی کارروائیوں میں بھی اضافے کا باعث بنا ہے اور جرائم پیشہ لوگ اپنی کارروائیوں میں آسانی کے لئے موبائل فون کا استعمال کرنے لگے ہیں۔اغوا برائے تاوان کے لیے یا کوئی اور کارروائی کے لئے موبائل سے فون کرتے ہیں۔اس لئے گورنمنٹ نے یہ لازم قرار دے دیا ہے کہ ہر موبائل نمبر کسی کے نام رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے۔یہ موت کا پروانہ یوں بھی بن گیا ہے کہ موبائل چھیننے کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور اگر دفاع کرنے کی کوشش کی تو چند ہزار کے بدلے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

SMS اور اخلاقیات پر تبر

SMS کے حوالے سے کمپنیاں آئے دن نئے سستے پیکج متعارف کرواتی رہتی ہیں اور پاکستان میں خطوط کی جگہ میسجز (Messages) نے لے لی ہے اور اتنی کثرت سے پاکستان کے اندر SMS ہو رہے ہیں کہ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق کچھ سال پہلے پاکستانی عوام نے ایک ارب 20 کروڑ جیسی ایک خطیر رقم صرف SMS پر خرچ کر دی اور روز بروز یہ چیز بڑھ رہی ہے اور نوجوانوں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے موبائل فونز کی فہرست بنا رکھی ہے اور ایک میسج لکھ کر اپنے موبائل سیٹ کو ایک دفعہ میں تمام عزیز دوست جاننے والوں کے نام کمانڈ دے دیتے ہیں اور ایک ایک کر کے یہ پیغام تمام کو پہنچ رہا ہوتا ہے اور چونکہ دوستوں کے پیغام میں مذاق اور تفنن بھی ہوتا ہے اور وہی میسج (Message) اپنے بڑوں کو اپنے Boss کو بھی ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے موبائل نمبرز بھی اس فہرست میں شامل ہوتے ہیں جسے پڑھ کر حیرانگی ہو رہی ہے کہ ایک چھوٹے کا اپنے بڑے کو ایسا بے ہودہ پیغام اور یوں ادب کی قدریں اُٹھ رہی ہیں۔اب تو بعض لفنگوں نے ہر قسم کے مذاق، لطیفے، کہانیاں اور شعر و شاعری لکھ کر بعضوں کو میسج کرنے شروع کئے ہیں اور یوں SMS کلچر کی بدولت غیر اخلاقی SMS کو فروغ ملا ہے جو نوجوانوں کے اخلاق کو بُری طرح سے تباہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ان کی عادتوں کو بُری طرح بگاڑ رہا ہے۔جھوٹ، فریب کاری کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔لڑکے لڑکیاں بن کر لڑکیوں کو میسجز کرنے لگے ہیں۔نشے کی حد تک یہ بات نوجوانوں میں بڑھ رہی ہے۔طالب علم جو کلاس روم میں بیٹھے لیکچر سننے کی بجائے میسجز بھجوانے میں مصروف ہوتے ہیں اور وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ایسی ہی بہت سی خرافات فیس بک اور واٹس ایپ پر بھی جاری ہیں۔اب تو سیاست کو گندہ کرنے میں واٹس ایپ نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ میں نوجوان بچیوں کو خطبہ کے دوران Message بھیجنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''گزشتہ جمعہ کی یہاں کی رپورٹ مجھے ملی کہ بعض بچیاں خطبے کے دوران اپنے اپنے موبائل پر یا تو ٹیکسٹ میسجز (Text Messages) بھیج رہی تھیں اور یا باتیں کر رہی تھیں اور اس طرح دوسروں کا خطبہ جمعہ بھی خراب کر رہی تھیں جو وہ سن نہیں سکیں۔یہی شکایت بعض چھوٹے بچوں کے بارے میں آتی ہے۔آجکل ہر ایک کو ماں باپ نے موبائل پکڑا دیئے ہیں۔حکم تو یہ ہے کہ اگر خطبہ کے دوران کوئی بات کرے اور اسے روکنا ہو تو ہاتھ کے اشارے سے روکو کیونکہ خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے۔یہ بظاہر چھوٹی باتیں ہیں لیکن بڑی اہمیت کی حامل ہیں اس لئے ان کا خیال رکھنا چاہئے۔اگر کسی نے اتنی ضروری پیغام رسانی کرنی ہے یا فون کرنا ہے کہ جمعہ کے تقدّس کا بھی احساس نہیں اور مسجد کے تقدّس کا بھی احساس نہیں تو پھر گھر بیٹھنا چاہئے۔دوسروں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہئے۔عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ مسجد آ کر دوسروں کی نمازیں خراب کی جائیں۔''

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 150)

پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا:

''آج کل Text Message کا رواج چل نکلا ہے یہ بھی سوائے جاننے والوں کے کہیں نہیں ہونا چاہیے بعض اوقات سہیلیاں آگے نمبر دے

دیتی ہیں اس لئے اس امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 7/ جولائی تا 13/ جولائی 2006ء صفحہ 10 کالم 2)

موبائل فون کا ایک اچھا اور خوبصورت استعمال

بعض لوگوں نے اس کا اچھا استعمال بھی کیا ہے۔ عیدین اور دیگر خوشی کے مواقع پر دعاؤں بھری مبارکبادیں ارسال کرتے ہیں۔ کسی کی وفات یا بیماری پر عیادت کر لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں بعض نوجوانوں کو میں نے دیکھا ہے کہ حضرت صاحب کے خطبہ کو چند فقرات میں لکھ کر اپنے دوستوں کو بھجوا دیتے ہیں۔ کوئی قرآنی حکم بھجوایا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی اہم Event ہو تو اس کی اطلاع کر دیتے ہیں مجھے کسی نے بتلایا کہ ایک جماعتی محفل میں ذیلی تنظیم کا ایک عہدیدار اپنی رپورٹ پڑھ کر سنا رہا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ ایک سال کے اندر اندر حلقہ کے دوستوں سے جماعتی رابطے اطلاعات اور پیغامات SMS کے ذریعہ ساڑھے پانچ ہزار کی تعداد میں بھجوائے گئے۔ یہ ایک اچھا خوشکن اقدام ہے اور یوں احباب جماعت میں کمیونیکیشن گیپ نہیں آتا اور ہر فرد جماعت رابطے میں رہتا ہے۔

آج کل کے موبائل سیٹس میں ایسے فنکشنز آگئے ہیں کہ میموری فنکشن اور ریکارڈنگ سسٹم کے ذریعہ قرآن مکمل باترجمہ Feed کیا جاسکتا ہے۔ صحاح ستہ کی تمام کتب اس میں ریکارڈ ہوسکتی ہیں نیز جماعت احمدیہ اور خلافت کے حوالہ سے نظموں کو محفوظ کر کے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔ اپنے دفتر میں، دوران سفر آپ MTA سن اور دیکھ سکتے ہیں۔ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ Live بھی سن سکتے ہیں۔ جماعتی اجلاسات و میٹنگ کی اطلاع SMS کے ذریعہ بھجوائی جاسکتی ہیں اور یوں جو اندیشے اور خطرات موبائل فون کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اپنے اس سیٹ کو خدا اور اس کے رسول کے تابع کر کے خطوات الشیاطین پر چلنے سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد بھی خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور شیطان کی حکومت کو دنیا سے مٹا کر ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنانا ہے۔

خلافت جوبلی پر عہد

اب جبکہ ہم صد سالہ خلافت جوبلی بھی گزار چکے ہیں ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو قائم اور مستحکم کرنے کے لئے اپنی سمتوں کو درست کریں اور الیکٹرانک مصنوعات سے نقصانات اور ان کے منفی اثرات سے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے بھرپور سعی کریں اور اپنے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات اور نصائح کو حرز جان بنائیں اور لغویات سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیتی مسائل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’لجنہ کے پاس تو ایک آسانی ہے گھروں میں جاسکتی ہیں۔ ایک ایسی ٹیم بنائیں جو قابل اعتبار ممبرات پر مشتمل ہو بعض تربیتی مسائل اُٹھ رہے ہیں جن کا آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ ایسی ٹیم یہ جائزہ بھی لے لے۔ Internet پر رابطے، فون پر رابطے، PCO وغیرہ یہ سب جگہیں ذہن میں ہونی چاہئیں۔ لڑکیاں ٹیوشن کے لئے اکیلی نہ جائیں۔ جہاں اکٹھے ٹیوشن سنٹر ہوں وہاں نہ جائیں۔ ایسے سنٹر اگر پتہ لگیں تو خدام الاحمدیہ اور صدر عمومی کے علم میں لا کر اصلاح کی کوشش کریں۔ برقعوں میں حد سے زیادہ فیشن کے رجحان کو بھی کم کریں۔‘‘

پھر ایک اور مقام پر اس کے مضر پہلوؤں سے بچنے کی طرف یوں توجہ دلائی:

’’علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کر مستقل باتیں کرتے رہیں۔ آجکل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس میں بھی پھر لوگوں پر الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 595)

اس مضمون میں موبائل کے مضر پہلو زیر بحث ہیں جس نے بہت زیادہ تباہی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر ہم اپنے ارد گرد غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کہیں موبائل فرینڈشپ ہو رہی ہے تو کہیں فری ٹاک ہے۔ کہیں missed calls دی جا رہی ہیں تو کہیں SMS ہو رہے ہیں۔ پہلے عام باتوں سے چارہ ڈالا جاتا ہے پھر دوستیاں ہوتی ہیں اور پھر غلط راہوں میں ڈالا جاتا ہے ان سے پرہیز چاہئے۔

(ابو سعید)

سانحہ ارتحال

مکرم لئیق احمد مشتاق۔ مبلغ سلسلہ سُرینام، جنوبی امریکہ تحریر کرتے ہیں:

محترمہ کلثوم علی جان صاحبہ اہلیہ محترم جبار علی جان مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ سُرینام مختصر علالت کے بعد مؤرخہ 18/ دسمبر کو بعمر 71 سال دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

موصوفہ نے اپنے خاوند کے ہمراہ مئی 1979ء میں محترم محمد صدیق ننگلی شاہد مبلغ سلسلہ مرحوم ومغفور کی تبلیغ کے نتیجے میں حصار احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق پائی، اور تادم آخر اخلاص و وفاء کے ساتھ عہد بیعت پر قائم رہیں۔ محترم جبار علی جان صاحب کو دسمبر 2002ء میں نامعلوم افراد نے قتل کر دیا تھا، وفات کے وقت مرحوم بطور صدر جماعت سُرینام خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کی اہلیہ نے بیوگی کا عرصہ بہت عزت و وقار کے ساتھ گزارا۔ نہایت خاموش طبع، انتہائی صابرہ شاکرہ اور بے ضرر وجود تھیں۔ اپنی بہو کے ساتھ ان کے تعلقات قابل رشک تھے۔ بیٹیوں اور دامادوں کے ساتھ بھی پیار محبت اور عزت و احترام کا رشتہ تادم مرگ قائم رہا۔ جماعتی پروگراموں میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ شامل ہوتیں، اور ہمیشہ بے لوث خدمت میں پیش پیش رہتیں۔ مبلغین کا بہت احترام کرنے والی خاتون تھیں۔ اپنا چندہ بڑی فکر کے ساتھ بروقت ادا کرتی رہیں۔ گھریلو امور کی انجام دہی کے ساتھ مختلف سبزیاں کاشت کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ہمیشہ ان کا مشغلہ رہا۔

مؤرخہ 26/ نومبر 2022ء کو ان کا پیٹ پھولا، اور ٹانگوں پر سوجن نمودار ہوئی تو انہیں ہسپتال داخل کروایا گیا۔ مختلف ٹیسٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ ان کی کمر اور پیٹ میں کینسر بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اور ان کی بیماری کی کیفیت دیکھتے ہوئے ڈاکٹرز نے آپریشن یا کیموتھراپی سے بھی معذرت کی اور فیملی کو یہ مشورہ دیا کہ انہیں قریب موجود ’’بوڑھے افراد‘‘ کے مرکز میں داخل کروادیں، مگر ان کے بچوں نے اس تجویز کو رد کر دیا اور والدہ کو گھر لے آئے۔ مگر تین دن بعد ان کی حالت بگڑ گئی اور 12 دسمبر کی صبح وہ کومہ میں چلی گئیں اور باقی ایام اسی حالت میں گزرے۔ جب تک حواس قائم رہے انتہائی مطمئن اور پرسکون رہیں۔

مؤرخہ 19/ دسمبر کو خاکسار نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، افراد جماعت کے علاوہ بیبیوں غیر از جماعت بھی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ بعد ازاں قریبی سرکاری قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ کمزوریوں خامیوں اور عیبوں سے پردہ پوشی فرمائے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اعلان ولادت

مکرم حفاظت احمد نوید مبلغ سلسلہ۔ دی گیمبیا۔ ویسٹ افریقہ سے یہ خوشخبری بھیجتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل وکرم کے ساتھ مؤرخہ 10/ دسمبر 2022ء کو خاکسار کی بڑی بیٹی عزیزہ وجیہہ نوید اہلیہ عزیزم عبد الباسط صاحب مقیم پیس ویلیج کینیڈا کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام ’’امۃ المنعم باسط‘‘ تجویز ہوا ہے۔ نومولودہ محترم عبد الروف شاہد صاحب مقیم دار الفضل ربوہ کی پوتی اور خاکسار کی پہلی نواسی ہے۔ بچی کی پیدائش قبل از وقت ہوئی ہے اور ابھی تک ڈاکٹرز نے اسے اپنی نگہداشت میں رکھا ہوا ہے۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو صحت و تندرستی والی فعال زندگی عطا فرمائے۔ نیک صالح، خادم دین اور قرۃ العین بنائے، اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔

دعا ایک تریاق ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا ہر روز دیکھنا چاہئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 591)

ایم الف شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 12

دنیا کو برا کہنے والے بھی دنیا چھوڑنا نہیں چاہتے

ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اگر واقعہ میں دنیا کے صدمات اور رنج ہمارے دلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں تو ان صدمات اور غموں سے آزاد ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کونسا طریق ہوسکتا ہے کہ اسلام اور احمدیت کی راہ میں ہم اپنے نفوس کو قربان کر دیں اور اِس عارضی حیات کو ابدی اور دائمی حیات میں تبدیل کر لیں۔

میرے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور وہ مجھے کہنے لگا دنیا کتنے بڑے غموں اور ابتلاؤں کی جگہ ہے اور خدا نے ہمیں اِس دنیا میں پیدا کر کے کتنی بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ ہرطرف رنج اور بلائیں اور مصیبتیں اور دکھ ہی دکھ ہیں اور عذاب ہی عذاب چاروں طرف نظر آتا ہے۔ کوئی چیز بھی تو ایسی نہیں جو حقیقی سُکھ اور راحت کا موجب ہو اور جب حالت یہ ہے تو خدا نے ہمیں اِس دنیا میں کیوں پید کیا؟ میں نے اُسے بار بار سمجھایا کہ تمہارا یہ نظریہ درست نہیں۔ دنیا محض مصائب اور آلام کی جگہ نہیں بلکہ ترقی کا ایک زینہ ہے جو ہمارے سامنے رکھا گیا ہے مگر وہ اتنا بھرا بیٹھا تھا کہ میرے اِس توجہ دلانے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بار بار یہی کہتا چلا گیا کہ آخر خدا کو یہ کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ مجھے اِس دنیا میں بھیجتا۔ مَیں مانتا ہوں کہ دنیا میں کچھ راحت اور آرام کے سامان بھی ہیں مگر اس راحت اور آرام کے باوجود میں اس دنیا کے مصائب سے تنگ ہوں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا مجھے اِس دنیا میں کیوں لایا۔

جب میں نے اُس کی یہ دماغی کیفیت دیکھی تو میں نے کہا مَیں آپ کو اِس تکلیف کے رفع کرنے کا ایک آسان رستہ بتا دیتا ہوں اُس پر عمل کرنے سے آپ کا یہ غم اور دُکھ فوراً دُور ہو جائے گا۔

میرے سامنے اُس وقت چنار کا ایک درخت کھڑا تھا اور چنار کی لمبی شاخیں ہوتی ہیں میں نے کہا جب آپ دنیا سے ایسے ہی دل برداشتہ ہو چکے ہیں تو گھبراتے کیوں ہیں۔ دُنیا کے غموں سے نجات حاصل کرنے کا آسان ترین طریق یہ ہے کہ آپ اس چنار کے درخت کی شاخ کا چِھلکا اُتار کر اپنے گلے میں ڈال لیں اور اس درخت کی کسی موٹی سی ٹہنی سے لٹک کر مر جائیں، دنیا کے تمام دکھوں اور غموں سے آپ فوراً آزاد ہو جائیں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ چند پیسوں کا سنکھیا خرید کر کھالیں کیونکہ ممکن ہے آپ کہہ دیں میں غریب آدمی ہوں میرے پاس تو کوئی پیسہ نہیں مَیں سنکھیا کہاں سے خریدوں اور کس طرح دنیا کے مصائب سے نجات حاصل کروں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ آگ میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں کیونکہ ممکن ہے آپ کہہ دیں میرے پاس اتنی طاقت بھی نہیں کہ مَیں دیا سلائی خریدوں، لکڑیوں کا انبار جلانا تو دُور کی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جائیں اور کسی دریا میں کود کر دنیا کے دُکھوں سے نجات پا جائیں کیونکہ ممکن ہے آپ کہہ دیں مَیں کمزور آدمی ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں دریا تک چل کر جاسکوں۔ آپ کے سامنے بالکل قریب پانچ سات قدم کے فاصلہ پر چنار کا درخت کھڑا ہے آپ اس کا چِھلکا گلے میں ڈال کر اور اِسی کی موٹی شاخ سے لٹک کر مر جائیں۔ آپ دنیا کے تمام افکار اور تمام ہموم سے جنہوں نے آپ کی زندگی کو تلخ بنا رکھا ہے اور جن کی وجہ سے آپ خدا تعالیٰ کے فعل پر معترض ہو رہے ہیں آزاد ہو جائیں گے اور ہمیشہ کی راحت آپ کو حاصل ہو جائے گی۔

میری یہ بات سن کر اس کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اور وہ کہنے لگا آپ تو مجھے گالیاں دیتے ہیں۔

میں نے کہا مَیں نے کوئی گالی نہیں دی میں نے تو آپ پر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ مَیں دنیا کے مصائب سے تنگ آ گیا ہوں تو آپ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ دنیا آپ کو بھی پیاری ہے اور آپ بھی نہیں چاہتے کہ اس دنیا سے نجات حاصل کریں۔

اگر حقیقت میں دنیا ایک مصیبت ہوتی، ایک آفت اور ایک بلاء ہوتی تو آپ ایک منٹ کے لئے بھی اس دنیا میں رہنا برداشت نہ کر سکتے۔ مگر آپ کا اس دنیا میں رہنا اور اس دنیا سے نکلنے کے لئے کوشش نہ کرنا بلکہ اگر اس دنیا سے نکلنے کا آپ کو کوئی راستہ بتایا جائے تو آپ کا اسے اپنی ہتک سمجھنا بتا رہا ہے کہ آپ بھی اس دنیا کو راحت اور آرام کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور گو منہ سے یہی کہتے ہیں کہ خدا نے بڑا ظلم کیا کہ آپ کو اس دنیا میں اُس نے بھیج دیا لیکن حقیقت اِس کے خلاف ہے۔ آپ کا دل محسوس کرتا ہے کہ میری زبان جو کچھ کہہ رہی ہے وہ غلط ہے کیونکہ مَیں اِس ظلم سے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا حالانکہ میرے سامنے ایسے راستے موجود ہیں جن پر چل کر میں اپنے آپ کو اس ظلم کا مورِد بننے سے محفوظ رکھ سکتا ہوں۔

گزشتہ دنوں جب میں لاہور میں تھا تو ایک ایم۔ اے کا سٹوڈنٹ مجھ سے ملنے کے لئے آیا اور اس نے بھی میرے سامنے اسی بات کو پیش کیا کہ دنیا بڑے مصائب کا مقام ہے اور میں نہیں سمجھ سکا کہ خدا نے ایسے مقام میں ہمیں کیوں بھیج دیا؟

میں نے اُسے یہی قصّہ سنایا اور بتایا کہ میں نے ایک شخص کو جو یہی اعتراض لے کر آیا تھا یہ علاج بتایا تھا مگر وہ اُلٹا ناراض ہو گیا اور کہنے لگا آپ مجھے گالیاں دے رہے ہیں حالانکہ اگر واقع میں دنیا مصائب کا مقام ہے تو وجہ کیا ہے کہ اِس دنیا سے نجات حاصل کرنے کا طریق اختیار نہیں کیا جاتا۔

یہ طالب علم پہلے سے زیادہ ہوشیار تھا۔ کہنے لگا اُس کا ناراض ہونا تو درست نہیں تھا لیکن آپ مجھے بتائیں اگر مَیں خودکشی کرلوں تو کیا آپ مان لیں گے کہ یہ دنیا مصائب و آلام کی جگہ ہے؟

میں نے کہا صرف تمہاری خودکشی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا کیونکہ دنیا میں بعض لوگ پاگل بھی ہوتے ہیں اور عقل مند اُن کے پیچھے چلا نہیں کرتے۔ اکثریت ہی ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ عقل سے کام لے رہی ہے۔ پس اگر دنیا کی اکثریت خودکشی کر لے تو پھر بے شک مَیں مان لوں گا کہ دنیا میں غم ہی غم ہے، دکھ ہی دُکھ ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے اور رنج ہی رنج ہے لیکن اگر اکثریت دنیا میں رہنے پر خوش ہے، اگر اکثریت دنیا میں رہنا

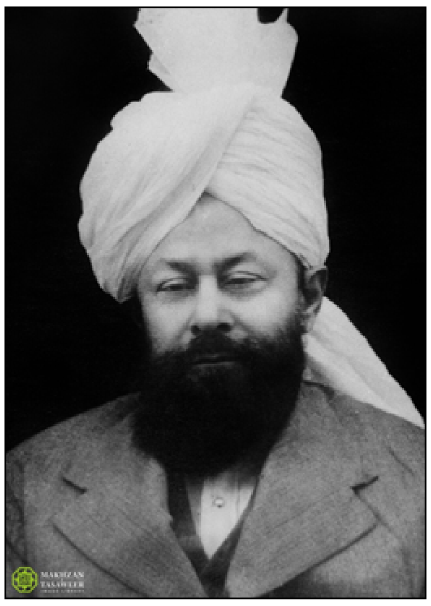

اپنے لئے کسی عذاب کا موجب نہیں سمجھتی تو استثنائی طور پر اگر کوئی شخص اپنی دماغی خرابی کی وجہ سے دنیا کو مصیبت کی جگہ سمجھتا ہے اور اِس خیال کے غالب آجانے کی وجہ سے وہ خودکشی بھی کر لیتا ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے جس مقصد کے لئے خودکشی کی تھی وہ صحیح اور درست تھا۔ ہاں اگر ساٹھ فی صدی لوگ خودکشی کر لیں تو پھر بے شک میں مان لوں گا کہ دنیا مصیبت کی جگہ ہے کیونکہ اکثریت نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اِس دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتی۔

غرض دنیا اگر ہمیں تکلیف کی چیز نظر آتی ہے تو پھر آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دینا ہمارے لئے بالکل آسان ہو جاتا ہے۔
(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 9 تا 12)

خدا کا سچا عاشق جان ہتھیلی پر رکھتا ہے

جب بھی کسی شخص کے دل میں خدا تعالیٰ کا سچا عشق ہو گا وہ اپنی جان کو ہر وقت ہتھیلی پر لے کر پھرتا رہے گا اور موقع ملنے پر خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی اس حقیر قربانی کو پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔

احد کی جنگ میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں چونکہ اس جنگ کی ابتداء میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی تھی اور اس امر کا کوئی خیال نہیں تھا کہ کفّار پہاڑ کے پیچھے سے دوبارہ حملہ کر دیں گے اس لئے اکثر صحابہؓ اس خیال سے کہ وہ میدان تو اب جیت چکے ہیں اِدھر اُدھر پھیل گئے تھے۔ صرف چند صحابہؓ ایسے تھے جو رسول کریم ﷺ کے اِرد گِرد موجود تھے۔ اسی دوران میں دشمن نے شدید حملہ کیا اور اس نے اپنے حملے کا تمام زور اس جگہ پر صَرف کر دیا جہاں رسول کریم ﷺ کھڑے تھے۔ تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے یکے بعد دیگرے صحابہؓ زخمی ہو ہو کر گرنے شروع ہوئے یہاں تک کہ آخر میں زخموں سے نڈھال ہو کر رسول کریم ﷺ بھی ایک گڑھے میں گر گئے اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ خبر سنی تو وہ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر رونے لگ گئے۔

اِسی دَوران میں حضرت انسؓ بن مالک کے چچا وہاں سے گزرے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ فتح کے بعد پھر شکست کی ایک صورت پیدا ہو چکی ہے۔ انہوں نے جب حضرت عمرؓ کو سر نیچے ڈال کر روتے ہوئے دیکھا تو حیرت سے کہا عمرؓ! یہ بھلا کونسا رونے کا مقام ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمہاری عقل ماری گئی ہے، یہ خوشی کا وقت ہے، یہ اُچھلنے اور کودنے کی گھڑیاں ہیں کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی مگر تم ہو کہ سب سے الگ بیٹھ کر عورتوں کی طرح رو رہے ہو۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا مالکؓ! معلوم ہوتا ہے تمہیں پتہ نہیں کہ کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا پتہ کیوں نہیں اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے اور کفّار شکست کھا گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو پہلا واقعہ ہے تمہیں معلوم نہیں

بعد میں کیا ہوا۔ اِس فتح کے بعد جب مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے تو کفّار نے میدان خالی پا کر پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ صرف چند آدمی رسول کریم ﷺ کے اردگرد تھے اُنہوں نے خوب مقابلہ کیا مگر وہ مارے گئے اور آخر یہ نتیجہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ بھی ان کے حملہ سے شہید ہو گئے۔

جب مالکؓ نے یہ بات سُنی تو اُس وقت ان کے ہاتھ میں ایک کھجور تھی۔ پانچ دس کھجوریں اُنہیں کہیں سے ملی تھیں اور وہ بھوک کی شدت میں اُن کو کھا رہے تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے اُن سے یہ بات کہی تو اُس وقت آخری کھجور اُن کے ہاتھ میں تھی۔ اُنہوں نے اُس کھجور کو اُٹھایا اور کہا میری جنت اور میرے محبوب رسول کریم ﷺ کے درمیان سوائے اِس کھجور کے اور روک ہی کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے۔

عمرؓ! اگر یہ بات ہے تو پھر بھی رونے کا کوئی مقام نہیں جہاں ہمارا پیارا گیا ہے وہیں ہمیں بھی جانا چاہئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے کھجور اپنے ہاتھ سے پھینک دی، تلوار اُٹھائی اور اکیلے ہی دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور اس شدت سے لڑائی کی کہ کفّار کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا مگر آخر ایک آدمی لشکر کا کہاں مقابلہ کرسکتا تھا، دشمن نے اُن کو شہید کر دیا۔

جب جنگ کے بعد شہید ہونے والے صحابہؓ کی نعشیں اکٹھی کی گئیں تو اُن میں مالکؓ کی لاش کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر سارے مُردے گنے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک لاش ایسی ہے جس کے ستّر ٹکڑے ہو چکے ہیں اور وہ پہچانی نہیں جاتی تھی کہ کس کی لاش ہے۔ تب مالکؓ کی بہن آگے بڑھیں اور اُنہوں نے ایک اُنگلی کے نشان سے اُنہیں پہچان لیا اور کہا یہ میرے بھائی مالکؓ کی لاش ہے۔

تو اگر واقع میں ہم محبت کی حقیقت کو سمجھیں، اگر ہم قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ یہ دنیا کفر کی دنیا ہے، یہ ابتلاؤں کی دنیا ہے، یہ آزمائش کی دنیا ہے تو خدا کے لئے موت کو قبول کرنا ہمارے لئے بالکل آسان ہو جاتا ہے اور بڑی سے بڑی قربانی بھی ہماری نگاہوں میں ہیچ ہو جاتی ہے۔ اُس وقت یہ خیال ایک مومن کے دل میں نہیں آتا اور نہیں آنا چاہئے کہ میری قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا کیونکہ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ہماری قربانیوں کا کوئی نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں۔ ہمارے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہونا چاہئے کہ ہم نے اسلام کے اعلاء اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کی رضا کے حصول کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینا ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 12-14)

والہانہ محبت اور عقیدت کے آگے کوئی روک نہیں ٹھہرتی

مجھے ایک نہایت ہی پیارا واقعہ بار بار یاد آیا کرتا ہے۔ معلوم نہیں وہ آدمی جس کا ذکر کیا جاتا ہے متقی بھی تھا یا نہیں، مگر بہرحال اُس نے قربانی کا ایک شاندار نمونہ دکھایا۔ اور نمونہ ایک ایسی چیز ہے جو ہر جگہ کام دے سکتا ہے۔ دنیا کا نمونہ دین میں کام آجاتا ہے اور دین کا نمونہ دنیا میں کام آجاتا ہے۔ یونان کی جب جنگ ہوئی تو پہاڑ کی چوٹی پر دشمن کا ایک قلعہ تھا جس کو فتح کرنا ترکوں کے لئے بڑا مشکل ہو گیا۔ آخر اُس قلعہ کو سَر کرنے کا کام ایک کرنیل کے سپرد کیا گیا۔ وہ اپنی فوج سے انتہاء درجہ کی محبت اور پیار کا سلوک کرنے والا تھا اور سپاہی بھی اُس سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ اُس کے پسینے کی جگہ خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وہ کرنیل اپنے سپاہیوں کو لے کر اُس قلعہ کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر چونکہ وہ قلعہ چوٹی پر تھا اور فوج کو نیچے سے اوپر کی طرف چڑھنا پڑتا تھا اِس لئے جب فوج کے سپاہی قلعہ کو سر کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھنے لگتے تو اوپر سے دشمن گولیوں کا مینہ برسانا شروع کر دیتا۔ ان کا نیچے ہونے کی وجہ سے نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھتا تھا لیکن دشمن کی تمام گولیاں بوجہ اوپر ہونے کے عین نشانہ پر لگتیں۔ پھر وہ چوٹی ایسی تھی جو بالکل سیدھی تھی اور جس پر سپاہیوں کو گھٹنوں کے بل چڑھنا پڑتا تھا۔ غرض ان کی تو یہ حالت تھی کہ یہ بڑی آہستگی سے گھٹنوں کے بل اوپر کی طرف چڑھتے مگر دشمن آسانی سے ان کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے سپاہی ہلاک ہونے لگ گئے مگر انہوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری جو زندہ رہے وہ گرتے اور گر کر پھر سنبھلتے اور چڑھنے کی کوشش کرتے یہاں تک کہ اس کوشش میں کئی سپاہیوں کے ناخن تک اُتر گئے اور اُن کے گھٹنے بالکل لہولہان ہو گئے۔ اُس وقت سپاہیوں نے اپنے افسر سے کہا کہ ہمیں اجازت دیں کہ اس وقت اپنے بُوٹ اُتار دیں مگر اس افسر نے کہا بُوٹ اُتارنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ بُوٹ اُتارنا فوج کے قانون کے خلاف ہے آخر سپاہی اسی حالت میں اوپر کی طرف چڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ سینکڑوں مر گئے اور جو باقی بچے وہ اپنی کوشش میں مشغول رہے، یہاں تک کہ وہ نصف سے زیادہ فاصلہ طے کر گئے۔ جب وہ نصف سے زیادہ فاصلہ طے کر چکے تو یکدم ایک گولی آئی اور اُس کرنیل کے سینہ میں لگی اور گولی لگتے ہی وہ گر پڑا۔ یہ حالت دیکھتے ہی سپاہی اپنے افسر کی طرف دَوڑے کیونکہ وہ بڑی محبت اور شفقت کرنے والا افسر تھا اور ان کے لئے یہ بالکل ناقابلِ برداشت تھا کہ وہ افسر جس پر وہ اپنی جان تک فدا کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اُن کے سامنے دم توڑ رہا ہو۔ وہ اُسی وقت اُس کی طرف گئے تا کہ وہ اس کو اٹھا کر کسی محفوظ مقام پر لے جائیں اور اُس کی زندگی کی آخری گھڑیوں کو آرام دہ بنا دیں۔ جب وہ سپاہی اُس کے قریب پہنچے اور انہوں نے اپنے افسر کو اٹھانا چاہا تو وہ افسر اُن سے کہنے لگا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم میرے جسم کو ہاتھ مت لگاؤ۔ تم میری لاش کو کتوں اور چیلوں کے لئے چھوڑ دو کہ وہ آئیں اور میرے گوشت کو نوچ نوچ کر کھا جائیں۔ ہاں اگر تم مجھے دفن کرنے کا شوق رکھتے ہو تو پھر میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اِس قلعہ کے اندر دفن کرو اگر تم مجھے اِس قلعہ کے اندر دفن کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تب تو بے شک میرے جسم کو ہاتھ لگا لینا ورنہ کتوں اور چیلوں کے لئے چھوڑ دینا۔ اُن سپاہیوں کو اپنے افسر سے جس قسم کی محبت تھی گو وہ ویسی محبت نہیں ہوسکتی تھی جیسے انبیاء اور ان کے خلفاء کے ساتھ لوگوں کو ہوتی ہے لیکن بہرحال وہ ایک والہانہ محبت تھی۔ اِس افسر کے یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالنا تھا کہ اُن کو یہ یاد ہی نہ رہا کہ وہ انسان ہیں یا جانور ہیں یا اوپر سے دشمن گولیوں کا مینہ برسا رہا ہے۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے بے تحاشا آگے کی طرف بڑھے اور دو گھنٹہ کی مجنونانہ جدوجہد کے بعد انہوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور اپنے افسر کو نہایت عزت اور احترام کے ساتھ اُس قلعہ کے اندر دفن کیا۔ تو جس جگہ پر اعلیٰ درجہ کی محبت اور اُلفت ہوتی ہے وہ ادنیٰ درجہ کی محبتوں کو بالکل مٹا دیتی ہے اور انسان ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے پوری بشاشت اور صدقِ نیت سے تیار ہو جاتا ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 15-17)

رنج والم کی گھڑیوں میں صبر کرنا ایمان کی علامت ہے

جیسا کہ اُس کی سنّت ہے مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی قسم کی آزمائشیں بھی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ اُن آزمائشوں کے ذریعہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ مومن کتنے پانی میں ہیں، وہ مجھ پر کتنا یقین رکھتے ہیں اور کتنی محبت اور اخلاص میرے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فطرتِ انسانی اپنے پیاروں سے جدا ہونے پر غم محسوس کرتی ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ رنج والم کی گھڑیوں میں اپنے آقا کی رضا پر راضی رہنا اور اپنے آپ کو ہنسی خوشی اُس کی طرف سے آئی ہوئی تلخ قاش کے کھانے پر آمادہ کر لینا یہ بھی ایک بہت بڑے ایمان کی علامت ہوتی ہے۔ مثنوی رومی والوں نے حضرت لقمانؑ کا ایک قصّہ لکھا ہے کہ انہیں بچپن میں ہی ڈاکوؤں نے پکڑ کر فروخت کر دیا تھا۔ جس شخص کے پاس وہ تھے چونکہ ہمیشہ دیانتداری اور محنت کے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے وہ اُن سے بہت محبت رکھتا تھا ایک دفعہ ان کے آقا کے پاس کسی نے بے موسم کا خربوزہ تحفۃً بھجوا دیا۔ اس خربوزہ کی ظاہری شکل بہت اچھی تھی اور خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اندر سے بہت میٹھا ہو گا۔ حضرت لقمان چونکہ اپنے آقا کے بہت محبوب تھے اِس لئے اُس نے خربوزہ کی قاش کاٹ کر سب سے پہلے حضرت لقمان کو کھانے کے لئے دی۔ انہوں نے قاش لی اور ایسے مزے لے لے کر کھایا کہ آقا کو یہ خیال گزرا کہ یہ خربوزہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ لقمان اسے بڑے مزے سے کھا رہا ہے۔ چنانچہ ایک کے بعد دوسری قاش اُس نے کاٹی اور وہ بھی حضرت لقمان کو دے دی۔ انہوں نے پھر اسے اسی شوق اور اسی لطف کے ساتھ کھایا جس شوق اور لطف کے ساتھ انہوں نے پہلی قاش کھائی تھی۔ یہ دیکھ کر اس نے تیسری قاش بھی حضرت لقمان کو دے دی اور پھر اِس خیال سے کہ میں بھی تو چکھوں کہ یہ کیسا خربوزہ ہے ایک قاش کاٹ کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ اُس قاش کا منہ میں ڈالنا تھا کہ اُسے سخت متلی معلوم ہوئی کیونکہ وہ سخت بدمزہ اور کڑوی قاش تھی، اتنی کڑوی اور اتنی بدبودار کہ اس کے کھانے سے قَے آتی تھی۔ یہ دیکھ کر آقا لقمان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ لقمان! تُو نے مجھے بڑا دھوکا دیا۔ میں تو بار بار خربوزہ کی قاشیں تجھے اس لئے دیتا رہا کہ میں نے سمجھا یہ بڑی میٹھی قاشیں ہیں اور تُو خود بھی ان قاشوں کو ایسے مزے لے لے کر کھاتا رہا کہ جس کی وجہ سے مجھے اس دھوکے کا لگ جانا بالکل طبعی امر تھا مگر جب میں نے ایک قاش اپنے منہ میں ڈالی تو اتنی بدمزہ نکلی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ تم تو میرے عزیز اور پیارے ہو مجھے بہت ہی افسوس ہے کہ میں دھوکا کی وجہ سے تمہیں بار بار دُکھ دیتا رہا اور یکے بعد دیگرے ایسی قاشیں کھلاتا رہا جو سخت کڑوی اور بدمزہ تھیں۔ حضرت لقمان کہنے لگے میرے آقا! آپ کے ہاتھ سے کتنی ہی میٹھی قاشیں میں نے آج تک کھائی ہیں۔ پھر اگر اسی ہاتھ سے ایک کڑوی قاش میری طرف آ گئی تو مجھ سے زیادہ بے مہر اور بے مروّت اور کون ہوسکتا تھا اگر میں اس کڑوی قاش کو رد کر دیتا اور آپ کا شکوہ کرنے لگ جاتا کہ آپ نے مجھے کیوں کڑوی قاش دی ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر اس قدر احسان ہوتا ہے، اِس قدر احسان ہوتا ہے کہ اس کے بعد اگر وہ اپنے بندے سے کسی قربانی کا مطالبہ کرے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی حقیقی بندہ اس قربانی کو اپنے لئے تکلیف کا موجب سمجھے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ اس قربانی کو بھی احسان سمجھتا ہے۔ یہ خیال اپنے دل میں نہیں لاتا کہ خدا نے مجھے دکھ میں ڈال دیا ہے۔ باقی رہا کسی مصیبت کے پہنچنے پر طبعی رنج سو اس کے اظہار سے شریعت نے منع نہیں کیا۔ رسول کریم ﷺ کا ایک نواسہ فوت ہوگیا۔ اُس کی آخری گھڑیوں میں رسول کریم ﷺ بھی موجود تھے۔ آپ کی آنکھوں میں اُس کی تکلیف کی حالت دیکھ کر آنسو ڈبڈبا آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اُنہوں نے آپ کی آنکھ سے آنسوؤں کو بہتے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، دل غمگین ہے مگر میں اپنی زبان سے وہی کچھ کہتا ہوں جس کو میرا رب پسند کرتا ہے۔ تو کسی رنج کے پہنچنے پر فطرت انسانی کا طبعی تقاضا بالکل اور چیز ہے۔ بے شک اُس وقت رستا ہوا دل خون کے قطرات ٹپکاتا ہے مگر وہ خون کسی قربانی میں روک نہیں بن سکتا، وہ رنج خدا تعالیٰ کے کلمہ کے اِعلاء اور اُس کے دین کی اشاعت کی کوششوں میں قطعاً حائل نہیں ہوسکتا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جب انسان اپنے رنج کو بھول کر خدا تعالیٰ کے دین کے کام میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ خدا کو اور بھی پیارا معلوم ہونے لگتا ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 17-19)

جب تک اطاعت کی یہ روح زندہ ہے دنیا مر نہیں سکتی

بے شک دنیا میں مشکلات اور تکالیف آتی ہیں اور آتی چلی جائیں گی مگر جو سچا مومن ہوتا ہے وہ ان مشکلات اور تکالیف کی پرواہ کئے بغیر اپنے رب کی طرف محبت اور جوش سے بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب خدا کی آواز اُس کے کانوں میں پڑتی ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ ٹھہرو اور مجھے صبر کرنے دو، ٹھہرو اور مجھے اپنے گھر کی مصیبتوں سے تھوڑی دیر کے لئے نپٹنے دو، ٹھہرو اور مجھے اپنے بچوں اور عزیزوں کے کاموں کی طرف تھوڑی دیر کے لئے متوجہ ہونے دو بلکہ وہ خواہ کیسے ہی رنج میں ہو، کیسی ہی مصیبت میں ہو، کیسے ہی دکھ میں ہو جب خدا تعالیٰ کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے وہ لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے اس کی طرف دَوڑ پڑتا ہے کہ اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔

احزاب کی جنگ میں جب دشمن بڑا طاقتور تھا اور مسلمانوں کی حالت نہایت غربت اور بے کسی کی تھی، شدید سردی کا موسم تھا اور غریب مسلمانوں کے پاس اپنا تن ڈھانکنے کے لئے بھی کپڑا نہیں تھا ایک رات اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو خبر دی کہ اے محمد! ﷺ ہم نے تیرے دشمن کو بھگا دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس الہام کے نازل ہونے کے بعد صحابہؓ کو آواز دی اور فرمایا کہ کوئی ہے؟ ایک صحابیؓ کہتے ہیں جب رسول کریم ﷺ نے یہ آواز دی اُس وقت مَیں جاگ رہا تھا مگر میری زبان یخ ہو رہی تھی اور میرا جسم بھی یخ ہو رہا تھا کیونکہ میرے پاس کپڑے کافی نہ تھے اور موسم نہایت شدید سرد تھا، چنانچہ باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ کی آواز کان میں پڑ رہی تھی، ہم جو آپ پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اُس وقت ہماری زبان سے کوئی بات تک نہیں نکلتی تھی۔ میں نے چاہا کہ بولوں اور رسول کریم ﷺ کی بات کا جواب دوں مگر میری زبان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں جواب دے سکتا لیکن ایک اور صحابیؓ بول اُٹھا اور اس نے کہا یارسول اللہ !میں حاضر ہوں۔ آپ نے اس کے جواب کو سنا مگر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ کوئی ہے؟ تب پھر وہی صحابی کہتے ہیں کہ میں اُس وقت بھی جاگ رہا تھا مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ بول سکتا، سردی کی شدت نے میری قوتِ گویائی کو سلب کر دیا اور باوجود انتہائی خواہش رکھنے کے کہ مَیں رسول کریم ﷺ کی بات کا جواب دوں حسرت اور افسوس کے ساتھ خاموش رہا کیونکہ میری زبان نے میرے دل کے جذبات کا ساتھ نہ دیا۔ اِس پر پھر وہی صحابی جنہوں نے پہلے کہا تھا کہ یارسول اللہ !میں حاضر ہوں بول پڑے اور کہنے لگے یارسول اللہ !میں حاضر ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم نہیں کوئی اور بولے مگر کسی اور صحابی کو اُس وقت بولنے کی ہمت نہ پڑی۔ رسول کریم ﷺ پھر خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سہ بارہ فرمایا کہ کوئی ہے؟ اس پر بھی دوسرے صحابہؓ بول نہ سکے مگر وہ صحابی جنہوں نے دو دفعہ رسول کریم ﷺ کی بات کا جواب دیا تھا اِس دفعہ بھی بول اُٹھے کہ یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔ رسول کریم ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا باہر جاؤ اور دیکھو کہ دشمن کا کیا حال ہے؟ وہ گئے اور واپس آ کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ !میدان بالکل خالی پڑا ہے اور دشمن کا کوئی خیمہ وہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا میں نے اسی لئے تم کو باہر بھجوایا تھا کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ دشمن کو بھگا دیا گیا ہے تو دیکھو یہ عشق کی کیفیت ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ شدید سردی تھی، باوجود اس کے کہ سردی کی وجہ سے زبان تک یخ ہو رہی تھی، باوجود اس کے کہ تن پر کپڑے بھی کافی نہیں تھے پھر بھی وہ صحابیؓ رسول کریم ﷺ کی آواز پر ’’یارسول اللہ! میں حاضر ہوں‘‘ کہنے کی توفیق پا رہا تھا۔ یہی روح ہے جو مُردوں کو زندہ کرتی ہے، یہی روح ہے جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر قائم کرتی ہے، یہی روح ہے جو انبیاء کی جماعتوں کو احیاء بخشتی ہے، یہی روح ہے جو قوموں کو ابدی زندگی عطا کرتی ہے۔ جب تک یہ روح زندہ رہے دنیا مر نہیں سکتی اور جس دن یہ روح مر گئی اس دن کے بعد دنیا زندہ نہیں رہ سکتی۔

مومن کے دل میں ایک جوش ہوتا ہے، ایک جنون ہوتا ہے، ایک تڑپ ہوتی ہے کہ میں ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے آستانہ کی طرف کھینچ لاؤں اور اس جوش اور جنون کی حالت میں جب بھی خدا کی آواز اس کے کان میں آتی ہے کہ کوئی ہے جو میری آواز کو سنے؟ تو وہ لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ اِسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے، اِسی کام کے لئے محمد ﷺ آئے، اسی کام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور اِسی کام کے لئے میرے کمزور کندھوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بوجھ رکھا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آسمان یا زمین سے خدا تعالیٰ اُن لوگوں کو کھڑا کر دے گا جو میری آواز پر لَبَّیْكَ کہنے والے ہوں گے اور جو اپنی جان اور اپنی عزت اور اپنی دولت اور اپنا وطن اور اپنی ہر چیز اس راستہ میں خوشی سے قربان کر دیں گے کیونکہ وہ مجھ کمزور اور ناتواں انسان کی آواز نہیں سنیں گے بلکہ اس آواز کے پیچھے انہیں خدا کی آواز بلند ہوتی نظر آئے گی۔

(خطبات شوریٰ جلد 3 صفحہ 20-22)

بقیہ: مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است...... از صفحہ 11

سنوریؓ اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور اور منشی جلال الدین صاحب یلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال دین اور امام دین کشمیری میرے گاؤں کے قریب رہنے والے ہیں۔ یہ تینوں غریب بھائی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ یہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ اس غریب نے شاید کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 313-314)

ایک واقعہ ہے ایک احمدی حضرت نور محمد صاحب کا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ اور آپ کے پاس نہ کوٹ تھا نہ کمبل۔ صرف اوپر نیچے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں کہ گاڑی میں سوار تھے۔ ایک معذور بوڑھا ننگے بدن کانپتا ہوا نظر آیا۔ اسی وقت اپنی ایک قمیص اتار کر اسے پہنادی۔ ایک سکھ دوست بھی ساتھ سفر کر رہا تھا وہ یہ دیکھ کر کہنے لگا ’’بھائیا جی ہُن تہاڈا تے بیڑا پار ہوجائے گا، آپاں دا پتہ نئیں کی بنے‘‘؟ پھر چند دن بعد یوں ہوا کہ یہی نور محمد صاحب ایک نیا کمبل اوڑھ کر بیت الذکر مغلپورہ میں نماز فجر کے لئے آئے تو دیکھا کہ فتح دین نامی ایک شخص جو کسی وقت بہت امیر تھا بیماری اور افلاس کے مارے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے۔ تو نور محمد صاحب نے فوراً اپنا نیا کمبل اتارا اور اسے اوڑھا دیا۔

(روح پرور یادیں صفحہ 687)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پس ہمیں ہر وقت یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ آجکل کی دنیا میں جہاں ہر وقت اور ہر جگہ فتنہ و فساد کی حالت طاری ہے ہم جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ایک حصار میں آیا ہوا سمجھتے ہیں اور اس بات پر شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی عمومی فساد کی حالت سے محفوظ رکھا ہوا ہے حقیقت میں ہم اس وقت محفوظ ہو سکتے ہیں جب ہر وقت ہم یہ احساس رکھیں کہ اپنے جائز معاملات میں بھی دوسروں سے معاملات پڑنے پر نرمی کا رویّہ رکھنا ہے اور صلح کی بنیاد ڈالنی ہے۔ ورنہ ہماری باتیں صرف باتوں کی حد تک رہیں گی اور ہمارا دعویٰ صرف دعوے کی حد تک ہی ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہو کر کوئی فائدہ ہوا ہے۔ یہ ہمارا دعویٰ تو ہوسکتا ہے لیکن حقیقت نہیں۔ فائدہ اُسی وقت ہو گا جب اعلیٰ اخلاق کا ہر خُلق ہم میں اپنی چمک دکھا رہا ہو گا۔ ہمدردیٔ خَلق اور صُلح ایک ایسا خُلق ہے جس کو اپنانے کی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ پس ہر احمدی کو اس پہ بہت توجہ دینی چاہئے۔ آپ کے بعض اور اقتباسات بھی ہیں۔ اپنی مختلف کتابوں میں، اپنی ملفوظات میں آپ نے بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/ اگست 2017ء)

ابو مصور خان۔ رفیع ناصر

اپنے جائزے لیں

ازارشادات خطبات مسرور جلد 14۔ حصہ اول

قسط 14

پہلے اپنا جائزہ لینے کی بنیادی نصیحت خاص طور پر عہدیداروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اس نصیحت کو خاص طور پر ہمیں چاہئے کہ ہم خود پہلے اپنا جائزہ لیں اور ہر ایک کو لینا چاہئے اور یہ بنیادی نصیحت خاص طور پر عہدیداروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے جو دوسروں سے تو اپنے اندر تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں، ان کو نصائح کرتے ہیں لیکن اگر اپنے معاملہ میں ایسی صورتحال پیدا ہو جائے تو بالکل اس کے الٹ کرتے ہیں یا اس میں حیل وحجّت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکموں کو اور اس کے رسول کے حکموں کو پھر ثانوی حیثیت دے دیتے ہیں۔ کئی ایسے معاملے سامنے آجاتے ہیں۔ پھر مزید قول و فعل میں تطابق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپؐ کے حصے میں آئی اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپؐ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 1/ جنوری 2016ء صفحہ 12)

ہر شخص اپنے روزمرہ کے معاملات اور آپس کے تعلقات میں اپنا جائزہ لے کہ وہ دوسروں کے متعلق کس طرح سوچتا ہے اور اپنے متعلق کیا سوچتا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’جماعت میں کوئی سزا کسی انتقام کی وجہ سے نہیں دی جاتی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا۔ اصلاح کے لئے دی جاتی ہے اور یہی کوشش ہونی چاہئے اور ہوتی ہے۔ صرف عہدیداروں کے لئے ہی یہ نہیں ہے۔ صرف عہدیداروں کا ہی قصور نہیں بلکہ افراد کے بھی قصور ہوتے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے روزمرہ کے معاملات اور آپس کے تعلقات میں اپنا جائزہ لے کہ وہ دوسروں کے متعلق کس طرح سوچتا ہے اور اپنے متعلق کیا سوچتا ہے تو اس سے معاشرے میں ایک خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ پس اصل چیز یہی ہے کہ ہر وقت یہ خیال رہے کہ ہر فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو۔ جب یہ ہو گا تبھی اصلاح ہو گی۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ: ’’بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے لیکن اگر کوئی عفو کرے مگر وہ عفو بے محل نہ ہو بلکہ اس عفو سے اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 22/ جنوری 2016ء صفحہ 60)

اگر ہم میں سے ہر ایک انصاف سے اپنا جائزہ لے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اگر ہم میں سے ہر ایک انصاف سے اپنا جائزہ لے تو بہت سے ایسے ہیں جن کو خود ہی پتا چل جائے گا کہ جو معیار حاصل کرنے کی طرف جماعت کو توجہ کرنی چاہئے جس کی طرف ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے وہ معیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی حقیقی مومنوں کی یہی نشانی بتائی ہے کہ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ پھر شرک اور جھوٹ کے بارے میں بتایا کہ ان سے بچو۔ اکٹھا کیا شرک اور جھوٹ کو۔ گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ جیسا کہ میں نے پڑھا ’’زُوْر‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو۔ اسی طرح گانے بجانے اور فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس یہ ساری زُور کے معنوں میں آتی ہیں۔

پس خدا تعالیٰ کے مومن بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں فضولیات اور جھوٹ بولنے والوں کی مجلس جمی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتے۔ نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔ اور پھر کبھی جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح جھوٹ سے بچے تو ایک ایسی تبدیلی وہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 5/ فروری 2016ء صفحہ 77)

اسائلم کے معاملات میں اپنے جائزے لیں کہ غلط بیانی سے کام تو نہیں لیا جارہا

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہر احمدی جائزہ لے مثلاً بعض باتیں ایسی ہیں چند بیان کرتا ہوں۔ مقدمات میں یہ جائزہ لیں کہ مقدمات میں ہم غلط بیانیوں سے کام تو نہیں لیتے۔ پھر ہم کاروباروں میں منافع کی خاطر غلط بیانی سے کام تو نہیں لیتے۔ پھر ہم رشتہ طے کرتے وقت غلط بیانیاں تو نہیں کرتے۔ کیا ہر طرح سے قول سدید سے کام لیتے ہیں؟ لڑکے کے بارے میں اور لڑکی کے بارے میں سب معلومات دی جاتی ہیں؟ حکومت سے سوشل اور ویلفیئر الاؤنس لینے کے لئے جھوٹ کا سہارا تو نہیں لیتے۔ اس بارے میں تو بہت سے لوگوں کے بارے میں منفی تاثر پایا جاتا ہے کہ اپنی آمد چھپا کر حکومت سے الاؤنس لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ٹیکس کی ادائیگی بھی نہیں کی جاتی۔ یہاں ٹیکس بھی چوری ہوتا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اب جو عمومی معاشی حالات دنیا کے ہیں ہر حکومت مسائل کا شکار ہو رہی ہے یا ہو گئی ہے اور اگر نہیں ہوئی تو ہو جائے گی۔ اس لئے اب حکومتیں گہرائی میں جا کر حقیقت جاننے کی کوشش کرتی ہیں اور کر رہی ہیں۔ پس اگر حکومت کے سامنے کوئی غلط معاملہ آ جاتا ہے تو جہاں یہ باتیں اس شخص کے لئے مشکلات پیدا کریں گی وہاں احمدیت کی بدنامی کا باعث بھی بنیں گی اگر یہ پتا ہو کہ وہ شخص احمدی ہے۔ پس جو اس لحاظ سے کسی بھی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں وہ دنیاوی فائدے کو نہ دیکھیں۔ تھوڑے سے میں گزارہ کر کے جھوٹ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

پھر اسائلم کے معاملات ہیں اس میں اپنے جائزے لیں کہ غلط بیانی سے کام تو نہیں لیا جارہا۔ یقیناً وکیل اس کے لئے ابھارتے ہیں اور یہ ہمیشہ سے وکیلوں کا وطیرہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ آپ کو بھی کہا کہ جھوٹ بولیں اور جھوٹے گواہ پیش کر دیں۔ اسی طرح عہدیدار بھی اپنے جائزے لیں کہ کیا وہ اپنی رپورٹس میں غلط بیانی تو نہیں کرتے یا کوئی ایسی بات تو نہیں چھوڑ دیتے جس کی اہمیت ہو۔ پہلے بھی میں نے ایک دفعہ ایک خطبہ میں کہا تھا کہ پوری طرح قول سدید سے اگر کام نہ لیا جائے تو وہ بھی غلط ہے۔ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے معاملات نپٹائے جانے چاہئیں۔

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 5/ فروری 2016ء صفحہ 83-84)

جو نمازوں کے حق ادا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’پس وہ لوگ جو نمازوں کے حق ادا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا نہیں کرتے انہیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ وہ لوگ جو یہاں آئے تو احمدیت کی وجہ سے ہیں لیکن یہاں آ کر بھول گئے ہیں کہ احمدیت کی وجہ سے ہی انہیں یہاں رہنے کا، شہریت کا حق ملا ہے اور اس وجہ سے ان کو زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کے لئے آگے آنا چاہئے لیکن وہ اسے بھول جاتے ہیں اور بعض دفعہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ اچھے عابد ہیں نہ وفادار ہیں۔ وفا تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عُسر اور یُسر میں تنگی اور آسائش میں دونوں حالتوں میں ایسی ہونی چاہئے جس کے اعلیٰ معیار قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت اس کے در پر رہ کر قربانی کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہئے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 26/ فروری 2016ء صفحہ 125)

اپنی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کے جائزے کی ضرورت ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’روحانیت کے حصول اور خدا تعالیٰ کے قرب اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی اپنے طریق کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اپنی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کے جائزے کی ضرورت ہے۔ کس طرح اصلاح کر رہے ہیں۔ اس کے لئے اپنے نفس کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے ہر قسم کے اعمال کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کس قسم کے ہمارے اعمال ہیں۔ اپنی سوچوں اور عقل کی درستی کی ضرورت ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے کہا کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعائیں سنتا ہوں اور پھر اگر وہ قریب نہیں آتا، دعائیں نہیں سنی جاتیں تو کہیں نہ کہیں، کسی جگہ ہماری کوششوں اور حالتوں میں کمی ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 4/ مارچ 2016ء صفحہ 141)

بڑی باریکی سے ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’تکبر سے بچو۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو ایک مومن کو اختیار کرنی چاہئے ورنہ وہ شیطان کے قدموں پر چلنے والا ہے۔ تکبر کو بعض دفعہ انسان محسوس نہیں کرتا۔ اس لئے بڑی باریکی سے اس بارے میں ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔

شیطان کس کس طرح انسان کو اپنے قابو میں کرنے کے حیلے کرتا ہے؟ اس بارے میں ایک جگہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ گناہ والا کوئی کام انسان نہ کرے۔ فرمایا کہ اگر انسان کے افعال سے گناہ دُور ہو جاوے یعنی کوئی کام ایسا نہ کرے جو گناہ والا ہے کوئی اس کا فعل ایسا نہ ہو جس کو کہا جائے کہ یہ گناہ ہے تو شیطان چاہتا ہے۔ کیا چاہتا ہے شیطان کہ آنکھ، کان، ناک تک ہی رہے۔ اگر ظاہری طور پر کوئی عمل گناہ کرنے والا نہ ہو تب بھی شیطان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انسان کی آنکھ میں بیٹھا رہے، کان میں بیٹھا رہے، ناک میں بیٹھا رہے۔ فرمایا کہ اور جب وہاں بھی اسے قابو نہیں ملتا تو پھر وہ یہاں تک کوشش کرتا ہے کہ اور نہیں تو دل ہی میں گناہ بیٹھا رہے۔ ظاہری گناہ بعض لوگ نہیں کرتے۔ بڑے گناہ نہیں کرتے یا چھوٹے گناہ بھی نہیں کرتے۔ بعضوں کے حالات میں موقع ہی نہیں ملتا یا ایسی وجہ ہی نہیں بنتی کہ گناہ کریں یا کسی خوف سے نہیں کرتے۔ ظاہری طور پر عملاً کوئی گناہ نہیں لیکن شیطان پھر بھی یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق نہیں ہے تو کسی نہ کسی ذریعہ سے اس کے اندر گناہ کا بیج رکھے اور اس کے دل میں بیٹھ جائے۔

فرمایا کہ ’’گویا شیطان اپنی لڑائی کو اختتام تک پہنچاتا ہے۔ مگر جس دل میں خدا کا خوف ہے وہاں شیطان کی حکومت نہیں چل سکتی۔ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر دل میں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ گناہ کا بیج بھی شیطان رکھ سکے۔ فرمایا کہ شیطان آخر اس سے مایوس ہو جاتا ہے اور الگ ہو جاتا ہے اور اپنی بڑائی میں ناکام و نامراد ہو کر اسے اپنا بوریا بستر باندھنا پڑتا ہے۔ پھر بیچارہ وہاں سے چلا جاتا ہے۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 401-402)‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 11؍مارچ 2016ء صفحہ 151-152)

ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہ کر اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ کی ضرورت ہے اور اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ شیطان کو مارنے کے لئے کیا اور کس طرح ہمیں قدم اٹھانا چاہئے اس بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر ہو۔ صحابہ کرامؓ نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو محویت کے عالم میں پاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنانے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پس یاد رکھو کہ اس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئی تھی مریدوں معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہوگا۔ یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل و دخل موجود ہے۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 168-169)‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 11؍مارچ 2016ء صفحہ 156)

23؍مارچ کو یوم مسیح موعود کے دن ہمیں ان باتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: پس ہمارا پہلا فرض اور سب سے بڑا فرض جو ہمارا بنتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھیں اور اسے مضبوط کریں۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین سے تعلق اور محبت اور اخلاص میں بڑھیں۔ دنیا کو بتائیں کہ مسیح موعود کی آمد کے ساتھ مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ یہ ایک مقصد ہے۔ اور اب دنیا کو اُمّتِ واحدہ بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام صادق ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کے لباس میں بھیجا۔

آپ کے مشن کے مطابق اسلام کی خوبصورت تعلیم اور اس کی سچائی ہم نے دنیا پر واضح کرنی ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنے عملوں کو بھی نمونہ بنانا ہوگا۔ روحانیت میں بڑھنے کے نمونے بھی ہمیں قائم کرنے ہوں گے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو دور کرنا ہوگا۔ دنیا کو دکھانا ہوگا کہ وہ خدا آج بھی اُسی طرح دعاؤں کو سنتا ہے اور اپنے خالص بندوں کو، اپنے فرستادوں کو جواب بھی دیتا ہے جس طرح پہلے دیتا تھا۔ اپنے خالص بندوں کے دلوں کی تسلی کے سامان بھی کرتا ہے۔ دنیا کو ہم نے بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یگانہ ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، ختم ہونے والی ہے صرف اُسی کی ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ پس ہماری بقا اس واحد و یگانہ اور ہمیشہ رہنے والے خدا سے جڑنے میں ہی ہے۔ جب 23؍مارچ کو ہم یوم مسیح موعود مناتے ہیں تو ہمیں ان باتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ یہ باتیں حضرت مسیح موعودؑ دنیا میں پیدا کرنے آئے تھے اور ہم جو آپ کے ماننے والے ہیں کیا ہم میں یہ باتیں پیدا ہوگئی ہیں یا کیا ہم اس انقلاب کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 25؍مارچ 2016ء صفحہ 172-173)

ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنے چاہئیں کہ ہمارے کام، ہمارے عمل، ہمارے فیصلے قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں یا نہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ: کہ ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنے چاہئیں کہ ہمارے کام، ہمارے عمل، ہمارے فیصلے قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اس طرح اگر کسی معاملے کی قرآن سے اور حدیث سے وضاحت نہ ملے جس پہ انسان غور کرتا ہے تو پھر کس طرح ان کاموں کو انجام دیا جائے۔ اس کے لئے یہ ہے کہ پرانے علماء جو گزرے ہیں ان کے قول اور ان کے فیصلوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ ہمیں اپنے مسائل کے فیصلے کس طرح کرنے چاہئیں؟ کہاں سے رہنمائی لینی چاہئے؟ تو آپ علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ ہمارا طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور جب قرآن کریم میں کوئی بات نہ ملے تو پھر اسے حدیث میں تلاش کیا جائے اور جب حدیث سے بھی کوئی بات نہ ملے تو پھر استدلالِ اُمّت کے مطابق فیصلہ کیا جائے یا اُمّت میں جو فیصلے ہوئے ہیں اور جو دلیلیں دی گئی ہیں اس کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ یہاں یہ بھی واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سنّت حدیث سے اوپر ہے اس لئے جو باتیں سنّت سے ثابت ہیں بہرحال ان پر تو عمل ہونا ہی ہے۔ اس کے بعد پھر حدیث کا نمبر آتا ہے۔ سنت وہی ہے جو کام ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور آگے صحابہ نے اس سے سیکھا۔ پھر صحابہ سے تابعین نے سیکھا۔ پھر تبع تابعین نے سیکھا اور پھر یہ اُمّت میں جاری ہوا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 8؍اپریل 2016ء صفحہ 199)

ہر ایک اپنا جائزہ لے لے کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ بیان فرماتے ہیں کہ: ہر ایک اپنا جائزہ لے لے کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہے تو پہلے اس بات کا جواب دے کہ کتنے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم میں سات سو حکم ہیں کہ ان سات سو حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ اگر یہی مقابلہ کرنا ہے تو پھر وہاں بھی مقابلہ آ گیا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے باوجود اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ان سے صرفِ نظر کرتا ہے۔ ان کی بہت ساری باتوں سے ان کی بعض دعاؤں کو سن بھی لیتا ہے۔ کئی لوگ ہیں جو شاید نمازیں باقاعدہ بھی نہیں پڑھنے والے لیکن ان کی بعض دعائیں سنی گئیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو دعاؤں کے بغیر ہی اپنی دوسری صفات کے تحت ان کی ضروریات پوری کر دیتا ہے۔ پس شکوہ کرنے کا تو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے مطابق اپنی عبادتوں اور نمازوں اور دوسرے فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 15؍اپریل 2016ء صفحہ 225-226)

یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا حقیقت میں ہم اپنا عہد بیعت نبھا رہے ہیں۔ نومبائعین بھی اپنا جائزہ لیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اس وقت آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اس عہد کو نبھانے والے ہیں جس کی تلقین ہمارے بزرگوں نے ہمیں کی تھی یا جس راستے پر ہمارے بزرگ ہمیں ڈالنا چاہتے تھے۔ یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا حقیقت میں ہم اپنا عہد بیعت نبھا رہے ہیں یا صرف رسماً اور روایتاً اپنے بڑوں کے بزرگوں کے دین پر قائم ہیں۔ صرف رشتہ داری اور معاشرتی تعلقات کی وجہ سے جماعت میں شامل ہیں اور ابھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح جنہوں نے خود احمدیت قبول کی ہے وہ یہ جائزے لیں کہ کیا ہم نے اپنے ایمان میں بڑھنے اور اپنے عملوں کو بہتر بنانے کی کوشش

کی ہے یا کر رہے ہیں یا وہ ایک وقتی جذبہ تھا جس کی وجہ سے احمدیت کو قبول کرلیا۔ کسی بات سے متأثر ہو کر احمدیت قبول کر لی اور ابھی تک وہیں کھڑے ہیں جہاں پہلے دن تھے۔ فائدہ تو ہمیں تبھی ہو گا جب ہمارا ہر قدم ترقی کی طرف بڑھ رہا ہو گا۔ جو ترقی یافتہ ملکوں میں ہجرت کر کے آئے ہیں ان ممالک میں انہیں مسلسل یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کہیں بہتر حالات نے انہیں دین سے دُور تو نہیں کر دیا؟ یورپ کی ترقی سے متأثر ہو کر دین کو بھول تو نہیں گئے؟ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں کوسوو، مشرقی یورپ سے آئے ہوئے بھی بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے احمدیت قبول کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کو مانا ہے، انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا ہے۔

غرض کہ یہاں مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ ہر طبقے اور ہر قسم کے لوگوں کو جو احمدیت میں شامل ہوئے، چاہے پیدائشی ہیں، چاہے بعد میں بیعت کر کے آنے والے ہیں، چاہے ہجرت کر کے آنے والے ہیں یا یہاں کے رہنے والے ہیں سب کو ان باتوں پر غور کرنا ہو گا کہ اب انہیں اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی بیعت میں آنے کا حق ادا کرسکیں۔

پس جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا پیدائشی احمدی ہوں، پرانے احمدی ہوں یا نئے آنے والے احمدی ہوں، ہر احمدی عورت اور مرد کو یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ بیعت کا حق ادا کر رہے ہیں یا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہم پر جو ذمہ داریاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈالی ہیں انہیں ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا اپنی حالتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا شعور ابتدا سے ہی پیدا ہو جائے؟ کیا ہمارے اپنے عمل اسلامی تعلیم کے مطابق ہمارے بچوں کے لئے نمونہ ہیں؟ کیا ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں اور ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ہے؟ یہ باتیں ہر ایک اپنے جائزے لے کر خود بہتر طور پر جان سکتا ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 6/ مئی 2016ء صفحہ 253-254)

اللہ کے حکموں کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا جائزہ لیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’کہا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ صرف اُس زمانے کے لوگوں کا نقشہ نہیں ہے جب آپ علیہ السلام اپنے زمانے کے لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے بلکہ آج بھی ہمیں یہی باتیں نظر آتی ہیں۔

ہم میں سے کتنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہیں؟ دوسروں کو تو چھوڑیں، ہم جو آپؑ کی بیعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم میں سے کتنے ہیں؟ یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جنّوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کیا ہم اپنے دنیاوی کاموں کو اپنی عبادت پر قربان کرتے ہیں یا اس کے الٹ ہے کہ ہماری عبادتیں ہمارے دنیاوی کاموں پر قربان ہو رہی ہیں؟ ایسے بھی ہیں جو اگر وقت پر نماز پڑھ بھی لیں تو گلے سے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا حال تو علیحدہ ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا۔ ہم میں سے بھی ایسے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے معاملات میں احسان کا سلوک کرو۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جو احسان کا سلوک تو ایک طرف رہا دوسرے کے حق مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ایسے بھی ہیں جو دنیا کا نقصان تو برداشت نہیں کرتے لیکن دین کا نقصان ہو رہا ہو تو برداشت کر لیتے ہیں۔ کتنے ہی ہم میں سے ایسے ہیں جو جذبات پر کنٹرول نہیں رکھتے۔ ذرا ذرا سی بات پر بھڑک جاتے ہیں۔ اگر غیر یہ کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ جاہل ہیں۔ لیکن اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرے تو بہرحال یہ قابل افسوس بات ہے۔ پس ہر کوئی خود ان باتوں میں اپنا جائزہ لے سکتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پس ہم نے ان زندوں میں شامل ہونے کے لئے بیعت کی ہے اس لئے اس کا حق ادا کرنے کے لئے آپ کی باتوں پر ہمیں توجہ دینی ہو گی تا کہ زندوں کی قوم میں شامل ہوسکیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 6/ مئی 2016ء صفحہ 255-256)

ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ بات ہمیں بھی اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ ہم نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے مانا ہے کہ دین بگڑ گیا اور اسلام کی صحیح تعلیم پر کوئی نہیں چل رہا تھا۔ اگر اسلام کی صحیح تعلیم پر ہم نے چلنا ہے تو مسیح موعود کو مانو۔ ہم نے اس لئے مانا ہے۔ اس کے بعد پھر کیا ہم نے اپنی برائیاں چھوڑ دی ہیں؟ جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو بظاہر معمولی لگتی ہے لیکن بہت بڑی ہے اور اگر اس واقعہ کے معیار پر پرکھیں تو اکثر شاید اس برائی میں مبتلا ہوں۔ پس بیعت اور تقویٰ کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس برائی سے بچیں اور یہاں باہر کے ممالک میں جو آرہے ہیں ان میں بہت سارے ایسے ہیں جو آئے بھی اس لئے ہیں کہ دین کی وجہ سے باہر نکلے ہیں۔ اپنے ملک میں ان کو دین پر عمل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ آزادی سے اپنے دین کے اظہار کی اجازت نہیں تھی۔ تو ہمیں خاص طور پر مغربی ممالک میں رہنے والوں کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے کہ ہمارا ہلکا سا بھی کوئی فعل ایسا نہ ہو جس سے یہ اظہار ہوتا ہو یا ہماری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جس سے یہ اظہار ہوتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے یا اپنی اس غلط بیانی کرنے کی وجہ سے ہم غلط قسم کے فائدے اٹھا رہے ہیں۔ پس تقویٰ کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 10/ جون 2016ء صفحہ 334)

دعائیں قبول نہ ہونے پر شکوہ کرنے والوں کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے کہاں تک خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم دعا کرتے ہیں دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ اپنے جائزے بھی لیتے ہیں؟ کہ انہوں نے کہاں تک خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا ہے؟ اگر ہمارے عمل نہیں۔ ہمارا ایمان صرف رسمی ہے تو پھر ہمارا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو پکارا لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے کیا شرائط رکھی ہیں: فرمایا کہ پہلی بات اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ’’لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ مَیں ان کی آواز سنوں۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 261)

تقویٰ پیدا ہو۔ خدا سے ڈریں۔ خدا کا خوف ہو تو پھر اللہ تعالیٰ آواز سنتا ہے۔ دوسری بات کہ مجھ پر ایمان لائیں۔ کیسا ایمان؟ اس بات پر ایمان کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ خدا کے وجود اور اس کے تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھنے کا تجربہ چاہے انسان کو ہوا ہے یا نہیں ہوا یا خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی تمام طاقتوں کے مالک ہونے کی معرفت عطا ہوئی ہے یا نہیں ہوئی۔ اگر نہیں بھی ہوئی تب بھی ایسا ایمان ہو کہ خدا تعالیٰ ہے اور سب طاقتوں کا مالک ہے۔ گویا ایمان بالغیب ہو۔ اگر پہلے یہ ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا عرفان بھی ملے گا جس سے خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کے تمام طاقتوں کے مالک ہونے، اس کا دعاؤں کا جواب دینے کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔ پہلے انسان کو اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہو گا پھر اللہ تعالیٰ قدم بڑھاتا ہے اور پھر ثبوت بھی مہیا ہو جائے گا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 17/ جون 2016ء صفحہ 341)

عمل اور قول میں تضاد کو سامنے رکھ کر ہمارے عہدیداران کو سب سے زیادہ اپنے جائزے لینے چاہئیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق کھول کر بتایا کہ ہمارے عمل اور قول میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ پس اس بات کو سامنے رکھ کر اپنے جائزے لینے والے سب سے زیادہ ہمارے عہدیدار ہونے چاہئیں۔

جہاں فاصلے زیادہ ہیں یا چند گھر ہیں اور مسجد یا سینٹر کی سہولت موجود نہیں وہاں گھروں میں نمازوں کا اہتمام ہوسکتا ہے اور عملاً یہ مشکل نہیں ہے۔ بہت سے احمدی ہیں جو اس کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی باقاعدہ خدمت بھی نہیں ہے۔ کسی عاملہ کے ممبر بھی نہیں ہیں لیکن اپنے گھروں میں اردگرد کے احمدیوں کو جمع کر کے نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ پس اگر احساس ہو تو سب کچھ ہوسکتا ہے اور ہمارے ہر عہدیدار میں نماز باجماعت کی ادائیگی کا احساس ہونا چاہئے ورنہ امانتوں کا حق ادا کرنے والے نہیں ہوں گے جس کی قرآن کریم میں بار بار تلقین کی گئی ہے۔

پس ہمیشہ عہدیداران کو یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومن کی نشانی ہی یہ بتائی ہے کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ ان کی نگرانی کرنے والے ہیں۔ یہ دیکھنے والے ہیں کہ کہیں ہمارے سپرد جو امانتیں کی گئی ہیں اور جو ہم نے خدمت کرنے کا عہد کیا ہے اس میں ہماری طرف سے کوئی کمی اور کوتاہی تو نہیں ہو رہی؟ کیونکہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:35) کہ ہر عہد کے متعلق ایک نہ ایک دن جواب طلبی ہو گی۔ یہ عبادت تو ایک بنیادی چیز ہے اور یہی انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اور اس کا حق تو ہم نے ادا کرنا ہی ہے۔ اس میں سستی تو، خاص طور پر عہدیداروں کی طرف سے بالکل نہیں ہونی چاہئے بلکہ کسی بھی حقیقی مومن کی طرف سے نہیں ہونی چاہئے۔

بقیہ صفحہ 12 پر

بلال حسن

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۷﴾

(النساء: 37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا ﴿۹﴾

(الدھر: 9)

ترجمہ: اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ تو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ اس پر ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا جب کہ تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو تم میرے حضور اس کا اجر پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو ہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ مگر تم نے اسے پانی نہ پلایا۔ اگر تم اس کو پانی پلاتے تو اس کا اجر میرے حضور پاتے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

ایک اور روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے (سبحانہ تعالیٰ شانہ)...... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلاتمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا (الدھر: 9) وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہا کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ مجھے صحت ہو جاوے تو میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ میری جماعت کے لئے ایک کامل تعلیم ہو اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اس میں دکھائی جائیں۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لیے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 218-219)

جماعت میں خدمتِ خلق اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے جتنا زور دیا جاتا ہے اور ہر امیر غریب اپنی بساط کے مطابق اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اللہ کی رضا کی خاطر خدمتِ خلق کے کام کو سرانجام دے۔ کیوں ہر احمدی کا دل خدمتِ خلق کے کاموں میں اتنا کھلا ہے اس لئے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو ہم بھول چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو پھر اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرو، ان کی ضروریات کا خیال رکھو۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازے گا۔ اس خوبصورت تعلیم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت کی ایک بنیادی شرط قرار دیا ہے کہ میرے ساتھ منسلک ہونے کے بعد اپنی تمام تر طاقتوں اور نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نہ صرف ہمدردی کرو بلکہ ان کو فائدہ بھی پہنچاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہئے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 130)

پھر فرماتے ہیں:

''یاد رکھو! حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اللہ دوسرے حق العباد۔ حق اللہ میں بھی امراء کو دقت پیش آتی ہے اور تکبر اور خود پسندی ان کو محروم کر دیتی ہے مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتی ہیں۔ اور وہ ان میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی طرح وہ حق العباد میں خاص خاص خدمتوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ غریب آدمی تو ہر ایک قسم کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے یہاں تک کہ اُس کو اگر نجاست پھینکنے کا موقع ملے تو اس میں بھی اُسے دریغ نہیں ہوتا، لیکن امراء ایسے کاموں میں ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اس طرح پر اس سے بھی محروم رہتے ہیں۔ غرض امارت بھی بہت سی نیکیوں کے حاصل کرنے سے روک دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ مساکین پانچ سو برس اوّل جنت میں جائیں گے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 368)

فرمایا:

''دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کا کہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا؟ کبھی نہیں۔ حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی، مگر نہیں۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حُسنِ سلوک گویا مالک کے ساتھ حُسنِ سلوک ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چِڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سردمہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215-216 جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایسا ہی ہمارے دلی محب مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں اور صاحبزادہ پیر جی سراج الحق صاحب نے تو ہزاروں مریدوں سے قطع تعلق کر کے اس جگہ کی درویشانہ زندگی قبول کی۔ اور میاں عبداللہ صاحب

بقیہ صفحہ 7 پر

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ایڈیٹر کے نام خطوط

مکرمہ ڈاکٹر نجم السحر صدیقی۔ جرمنی سے لکھتی ہیں:

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و برکت سے ہم سب کے پیارے الفضل آن لائن کے تین سال مکمل ہو گئے ہیں الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایڈیٹر صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور خلیفۂ وقت کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رہے اور دنیا کے کونے کونے تک مسیح الزماں کا پیغام پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ میری طرف سے آپ سب کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اشاعتِ دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مکرمہ درثمین احمد۔ جرمنی سے لکھتی ہیں:

الفضل اخبار کا یوم تاسیس بہت بہت مبارک ہو۔ خدا تعالیٰ اس اخبار کو ثریا کی بلندی تک پہنچا کر احمدیت کے افق کا بہترین ستارہ بنا دے آمین۔ میرا اس اخبار سے رشتہ بہت مضبوط اور پرانا ہے۔ خدا تعالیٰ اس ناچیز کی کاوشوں کو قبول فرمائے جو بطور اس اخبار کی ایک ادنی قلمکار کے کبھی کبھار مَنصۂ شُہود میں آجاتی ہیں۔ آج اللہ کے فضل سے یہ اخبار زمینی حدود سے نکل کر چہار عالم میں پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افروز ہے اور اس پر جبری بندشیں لگانے والوں کی کوئی پیش نہیں چل پا رہی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی اور رہنمائی میں یہ اخبار اپنی منازل طے کرتا چلا جائے۔ آمین

بقیہ: اپنے جائزے لیں...... از صفحہ 10

بقیہ: اپنے جائزے لیں...... از صفحہ 10

اس کے علاوہ بھی بعض باتیں ہیں جن کا عہدیداروں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے اور یہ باتیں لوگوں کے حقوق اور افراد جماعت کے ساتھ عہدیداروں کے رویّوں سے تعلق رکھتی ہیں اور اسی طرح یہ باتیں عہدیداروں کے عَہدوں سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔

کوئی عہدیدار افسر بننے کے تصور سے یا بنائے جانے کے تصور سے کسی خدمت پر مامور نہیں کیا جاتا بلکہ اسلام میں تو عہدیدار کا تصور ہی بالکل مختلف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔

پس ایک عہدیدار کا لوگوں کے معاملے میں اپنی امانت کا حق ادا کرنا اس کا قوم کا خادم بن کر رہنا ہے۔ اور یہ حالت اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب انسان میں قربانی کا مادہ ہو۔ اس میں عاجزی اور انکساری ہو۔ اس کا صبر کا معیار دوسروں سے اونچا ہو۔ بعض دفعہ عہدیداروں کو بعض باتیں بھی سننی پڑتی ہیں۔ اگر سننی پڑیں تو سن لینی چاہئیں۔ اپنا یہ جائزہ تو عہدیدار خود ہی لے سکتے ہیں کہ ان کا برداشت کا یہ پیمانہ کتنا اونچا ہے، کس حد تک ہے اور عاجزی کی حالت ان کی کس حد تک ہے۔

بعض دفعہ ایسے عہدیداران کے معاملات بھی سامنے آ جاتے ہیں جن میں برداشت بالکل بھی نہیں ہوتی اور اگر کوئی دوسرا بدتمیزی کر رہا ہے تو یہ بھی تُوتکار شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی عام شخص بدتمیز ہے تو اس سے اسے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے اخلاق تو یہی کہیں گے بڑا بداخلاق ہے۔ اس کے اخلاق گرے ہوئے ہیں۔ لیکن جب عہدیدار کے منہ سے غلط الفاظ لوگوں کے سامنے نکلتے ہیں تو عہدیدار کی اپنی عزت اور وقار پر حرف آتا ہے اور ساتھ ہی جماعت کے افراد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ جماعت کا جو معیار ہونا چاہئے اور جس معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں اس میں اگر کہیں بھی ایک بھی ایسی مثال ہو جائے تو جماعت کی بدنامی کا موجب بنتی ہے اور بن سکتی ہے اور یہ مثالیں بعض جگہوں پہ ملتی ہیں۔ مسجدوں میں بھی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ باتیں بچوں اور نوجوانوں پر انتہائی برا اثر ڈالتی ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 15؍ جولائی 2016ء صفحہ 392-393)

ایک سبق آموز بات

شکر گزار بنیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جتنا ہم شکر گزار بنیں گے اتنا ہی خدا تعالیٰ ہمیں اپنے فضلوں سے نوازتا رہے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے نشان ہم پر کھلتے چلے جائیں گے۔

(دورۂ امریکہ 2022ء رپورٹ مکرم عبد الماجد طاہر قسط 5 صفحہ 1 الفضل آن لائن۔ لندن)

(مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

فقہی کارنر

اشعار اور نظم پڑھنا

اشعار اور نظم پر سوال ہوا تو (حضرت مسیح موعودؑ نے) فرمایا:

نظم تو ہماری اس مجلس میں بھی سنائی جاتی ہے آنحضرت ﷺ نے بھی ایک دفعہ ایک شخص .... خوش الحان کی تعریف سن کر اس سے چند ایک اشعار سنے پھر فرمایا کہ رَحِمَكَ اللّٰہُ یہ لفظ آپ جسے کہتے تھے وہ جلد ہی شہید ہو جاتا چنانچہ وہ بھی میدان میں جاتے ہی شہید ہو گیا۔ ایک صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد مسجد میں شعر پڑھے۔ حضرت عمرؓ نے روکا کہ مسجد میں مت پڑھو، وہ غصہ میں آ گیا اور کہا کہ تو کون ہے کہ مجھے روکتا ہے میں نے اسی جگہ اور اسی مسجد میں آنحضرت ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے تھے اور آپ نے مجھے منع نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔

(البدر 27؍ مارچ 1903ء صفحہ 74)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

14؍ جنوری 2023ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:40	17:58
مدینہ منورہ	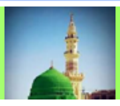	05:45	17:53
قادیان		06:03	17:45
ربوہ		05:43	17:25
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:33	16:21